ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 430

Program: B.A. / Associate Degree

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: اصول صحافت (430) • سطح: بی اے / ایسوسی ایٹ ڈگری

سمسٹر: خزاں 2026ء

امتحانی مشق نمبر 1 (یونٹ 1 تا 4)

کل نمبر: 100

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference & For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعے اور حوالے کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ سے گزارش ہے کہ کورس کی متعلقہ یونٹس کو غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔ کسی بھی حل شدہ مواد کو ہو بہو نقل کرنا تعلیمی بددیانتی ہے اور یونیورسٹی کی پالیسی کے خلاف ہے۔

سوال نمبر 1: صحافت کی تعریف، نوعیت اور فرائض — موجودہ دور میں بنیادی مقاصد کا حصول (20 نمبر)

صحافت کی تعریف، نوعیت اور فرائض کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ تجزیہ کریں کہ کیا موجودہ دور میں صحافت اپنے بنیادی مقاصد حاصل کر رہی ہے؟ (20)

مقدمہ

صحافت ہر جمہوری معاشرے کی آنکھ، کان اور زبان ہوا کرتی ہے۔ اس کے ذریعے شہریوں تک خبریں اور معلومات پہنچتی ہیں، حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ قائم ہوتا ہے اور طاقت کے مراکز کا احتساب ممکن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحافت کو ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ صحافت دراصل ہے کیا، اس کی نوعیت کیا ہے، اس کے فرائض کون سے ہیں، اور کیا آج کی صحافت، جو ریٹنگ، اشتہارات، سوشل میڈیا اور کاروباری دباؤ کے دور سے گزر رہی ہے، اپنے انہی بنیادی مقاصد کو حاصل کر پا رہی ہے جن کے لیے اسے یہ بلند مقام دیا گیا تھا۔ اس جواب میں پہلے صحافت کی تعریف اور دیگر وضاحت کی جائے گی، پھر اس کے فرائض بیان ہوں گے اور آخر میں موجودہ دور کی صحافت کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

صحافت کی تعریف

لفظ صحافت عربی لفظ صحیفہ سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں کتابچہ، رسالہ یا تحریری اوراق۔ اصطلاحی مفہوم میں صحافت سے مراد وہ سرگرمی ہے جس کے ذریعے واقعات، حالات اور خیالات کو جمع کر کے، ان کی جانچ پڑتال کر کے، انہیں پرکھ کر اور منظم انداز میں لکھ کر یا نشر کر کے عوام تک پہنچایا جاتا ہے۔ مختلف ماہرین نے اس کی تعریفیں کی ہیں۔ ایک سادہ تعریف یہ ہے کہ صحافت تازہ اور اہم واقعات کی بروقت، درست اور غیر جانبدار اطلاع دینے کا نام ہے۔ بعض ماہرین کے نزدیک صحافت محض خبر دینا نہیں بلکہ خبر کی وضاحت، تجزیہ اور اس کے پس منظر کو بھی عوام کے سامنے لانا ہے، تاکہ قاری نہ صرف یہ جانے کہ کیا ہوا بلکہ یہ بھی سمجھے کہ کیوں ہوا اور اس کے نتائج کیا ہوں گے۔ جدید دور میں صحافت کی تعریف میں اخبارات کے ساتھ ساتھ ریڈیو، ٹیلی ویژن، آن لائن اخبارات، نیوز ویب سائٹس، پوڈکاسٹ اور سوشل میڈیا صحافت بھی شامل ہو گئی ہے، لیکن اس کا اصل جوہر یعنی حقائق کی تلاش، تصدیق اور عوامی مفاد آج بھی وہی ہے جو چھاپہ خانے کے ابتدائی دور میں تھا۔

صحافت کی نوعیت

صحافت کی نوعیت کو سمجھنا اس لیے ضروری ہے کہ اسی سے اس کے فرائض اور حدود کا تعین ہوتا ہے۔ اولاً صحافت ایک سماجی ادارہ ہے، محض ایک کاروبار نہیں۔ اخبار یا چینل بے شک ایک تجارتی ادارہ ہوتا ہے مگر اس کا کام باقی تجارتوں سے مختلف ہے، کیونکہ اس کی پیداوار یعنی خبر اور رائے عوامی سوچ پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ثانیاً صحافت وقتی اور فوری نوعیت کی حامل ہے؛ پرانی خبر کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے، اسی لیے خبر کی قدر اس کی تازگی سے وابستہ ہے۔ ثالثاً صحافت حقائق پر مبنی پیشہ ہے، اس میں تخیل اور قیاس کی گنجائش محدود ہوتی ہے۔ رابعاً صحافت عوامی خدمت اور نگرانی کا کردار بھی رکھتی ہے؛ اسے معاشرے کا نگہبان اور پہرے دار کہا جاتا ہے۔ خامساً یہ ایک مسلسل اور باقاعدہ عمل ہے، جو روزانہ اور ہر لمحہ جاری رہتا ہے۔ آخر میں صحافت دو دھاری تلوار بھی ہے؛ یہ رائے عامہ بنا بھی سکتی ہے اور اگر غیر ذمہ داری سے کام لیا جائے تو اسے بگاڑ بھی سکتی ہے۔ یہی دوہری قوت اس پیشے کو غیر معمولی اہمیت اور غیر معمولی ذمہ داری دونوں عطا کرتی ہے۔

صحافت کے بنیادی فرائض

صحافت کے فرائض کو عموماً چار بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا فرض اطلاع دینا ہے، یعنی شہریوں کو ملکی و غیر ملکی حالات، حکومتی فیصلوں، عدالتی کارروائیوں اور سماجی واقعات سے بروقت اور درست طور پر آگاہ کرنا، کیونکہ باخبر شہری ہی جمہوریت کی بنیاد ہوتا ہے۔ دوسرا فرض تعلیم و رہنمائی ہے؛ صحافت صحت، تعلیم، زراعت، ماحولیات اور شہری حقوق جیسے موضوعات پر آگاہی پھیلا کر عوام کی فکری تربیت کرتی ہے اور پیچیدہ مسائل کو آسان زبان میں سمجھاتی ہے۔ تیسرا فرض نگرانی اور احتساب ہے؛ صحافت حکومت، اداروں اور بااثر طبقات کی کارکردگی پر نظر رکھتی ہے، بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کو بے نقاب کرتی ہے اور مظلوم کی آواز ایوانوں تک پہنچاتی ہے۔ چوتھا فرض تفریح اور رائے سازی ہے؛ ادب، ثقافت، کھیل اور فیچر مواد قاری کو تازگی دیتا ہے جب کہ اداریے اور کالم رائے عامہ کی تشکیل میں رہنمائی کرتے ہیں۔ ان فرائض کے ساتھ صحافت کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ قومی یک جہتی، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دے اور انتشار پھیلانے سے گریز کرے۔

موجودہ دور میں صحافت کی کامیابیاں

منصفانہ تجزیہ یہ تقاضا کرتا ہے کہ پہلے وہ پہلو دیکھے جائیں جہاں آج کی صحافت اپنے مقاصد میں کسی حد تک کامیاب ہے۔ آج خبر کی رفتار اور رسائی ماضی کے مقابلے میں کئی گنا بڑھ گئی ہے؛ کسی بھی بڑے واقعے کی خبر چند منٹوں میں پورے ملک تک پہنچ جاتی ہے اور شہری دن بھر آگاہ رہتے ہیں۔ بریکنگ نیوز، لائیو نشریات اور ڈیجیٹل الرٹس نے اطلاع کے فرض کو فنی اعتبار سے پہلے سے بہتر بنا دیا ہے۔ دوسرے، تحقیقاتی صحافت آج بھی موجود ہے؛ بڑے مالیاتی اسکینڈل، کرپشن کے مقدمات اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں میڈیا ہی کی وجہ سے منظر عام پر آتی ہیں اور کئی مرتبہ عدالتیں اور تحقیقاتی ادارے میڈیا رپورٹس کا نوٹس لیتے ہیں۔ تیسرے، عام شہری کی آواز کو طاقت ملی ہے؛ کسی مظلوم کی ویڈیو یا خبر وائرل ہو کر انصاف کا دروازہ کھول دیتی ہے، جو پہلے ممکن نہیں تھا۔ چوتھے، صحافت نے صحت، تعلیم، سیلاب اور آفات جیسے موقعوں پر آگاہی مہمات چلا کر سماجی خدمت کا فرض بھی نبھایا ہے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحافت کا ادارہ آج بھی بے جان نہیں ہوا اور اس کا نگہبان والا کردار جگہ جگہ دکھائی دیتا ہے۔

موجودہ دور کی کمزوریاں اور تنقیدی جائزہ

دوسری طرف تلخ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صحافت کئی بنیادی مقاصد سے دور ہوتی نظر آتی ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ سچائی پر رفتار کی جیت ہے؛ سب سے پہلے خبر دینے کی دوڑ میں تصدیق کا مرحلہ چھوڑ دیا جاتا ہے، چنانچہ غلط خبریں، پرانی ویڈیوز نئے واقعات کے نام سے اور افواہیں عام ہو گئی ہیں، جس سے صحافت کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔ دوسرا مسئلہ تجارتی دباؤ ہے؛ ریٹنگ اور اشتہارات کی خاطر سنسنی پھیلائی جاتی ہے، اہم قومی مسائل کی جگہ معمولی جھگڑوں اور ذاتی زندگیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ تیسرا مسئلہ مالکانہ اور سیاسی وابستگی ہے؛ بڑے میڈیا گروپ اپنے کاروباری مفادات یا پسندیدہ سیاسی بیانیے کی حفاظت کرتے ہیں، جس سے غیر جانبداری مجروح ہوتی ہے اور خبر انتخابی انداز میں پیش ہوتی ہے۔ چوتھا مسئلہ صحافیوں کی پیشہ ورانہ تربیت اور معاشی تحفظ کی کمی ہے؛ کم تنخواہیں، غیر محفوظ ملازمت اور تربیت کی کمی رپورٹر کو اخلاقی دباؤ کا شکار بناتی ہے۔ پانچواں مسئلہ سوشل میڈیا کی غیر مصدقہ صحافت ہے، جہاں ہر موبائل صارف ناشر بن گیا ہے اور پروفیشنل اور غیر پروفیشنل مواد میں فرق مٹتا جا رہا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ صحافت اپنا پہلا اور سب سے بڑا مقصد یعنی درست، متوازن اور عوامی مفاد کی اطلاع دینا پوری طرح حاصل کر رہی ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نتیجہ

حاصل کلام یہ ہے کہ صحافت کی تعریف، نوعیت اور فرائض آج بھی وہی ہیں جو ہمیشہ سے تھے: سچ کی تلاش، عوام کو باخبر کرنا، طاقت کا احتساب اور معاشرے کی رہنمائی۔ موجودہ صحافت فنی رفتار اور رسائی کے لحاظ سے پہلے سے آگے ہے اور تحقیقاتی و سماجی کردار کی روشن مثالیں بھی ملتی ہیں، لیکن سچائی، غیر جانبداری اور عوامی مفاد جیسے بنیادی مقاصد تجارتی دباؤ، سنسنی اور جانبداری کی وجہ سے جزوی طور پر ہی حاصل ہو پا رہے ہیں۔ لہٰذا منصفانہ رائے یہی بنتی ہے کہ آج کی صحافت اپنے مقاصد میں نہ مکمل کامیاب ہے نہ مکمل ناکام؛ اس کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ صحافی، ادارے، ریگولیٹر اور خود قارئین مل کر اخلاقی اصولوں اور تصدیق کے معیار کو دوبارہ مضبوط کریں، کیونکہ باخبر اور ذمہ دار صحافت کے بغیر جمہوریت اور سماجی انصاف دونوں ادھورے رہتے ہیں۔

سوال نمبر 2: برصغیر اور پاکستان میں صحافت کی تاریخی ترقی (20 نمبر)

برصغیر اور پاکستان میں صحافت کی تاریخی ترقی کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے واضح کریں کہ مختلف ادوار نے موجودہ صحافت کی شکل کو کیسے متاثر کیا ہے؟ (20)

مقدمہ

آج کی پاکستانی صحافت کو سمجھنے کے لیے ماضی کی طرف دیکھنا ناگزیر ہے، کیونکہ موجودہ اخبارات، چینلز اور صحافتی روایات کی جڑیں برصغیر کی دو سو سالہ تاریخ میں پیوست ہیں۔ ہر دور نے صحافت کو کوئی نہ کوئی ورثہ دیا ہے: برطانوی دور سے آزادی کی جدوجہد اور استعمار سے ٹکراؤ کی روایت ملی، تقسیم سے ہجرت اور قوم سازی کا جذبہ ملا، مارشل لا کے ادوار سے مزاحمت اور سنسر شپ کا تجربہ ملا، اور نجی ٹی وی اور ڈیجیٹل دور سے رفتار، تنوع اور تجارتی دباؤ ملے۔ اس جواب میں ہم صحافت کی تاریخ کو بڑے ادوار میں تقسیم کر کے دیکھیں گے کہ ہر دور کے حالات نے خبر کی زبان، انداز، اداروں اور صحافی کے کردار کو کس طرح بدلا اور ان اثرات کی جھلک آج کی صحافت میں کہاں کہاں نظر آتی ہے۔

ابتدائی دور: چھاپہ خانہ اور پہلے اخبارات

برصغیر میں صحافت کا آغاز چھاپہ خانے کی آمد سے ہوا۔ انگریزوں کے تجارتی اور انتظامی مقاصد کے لیے کلکتہ اور بمبئی میں پریس قائم ہوئے اور 1780ء میں جیمز آگسٹس ہکی نے پہلا اخبار بنگال گزٹ نکالا، جس نے حکام پر تنقید کی جرأت بھی دکھائی اور صحافت کی مزاحمتی روایت کا پہلا نقش سجھالا۔ ابتدائی اخبارات انگریزی زبان میں اور کمپنی کے مفادات سے جڑے تھے، لیکن انیسویں صدی کے اوائل میں فارسی، اردو، بنگالی اور دیگر مقامی زبانوں کے اخبارات نکلنے لگے۔ راجہ رام موہن رائے جیسے مصلحین نے اخبار کو سماجی اصلاح کا ذریعہ بنایا۔ اس دور نے صحافت کو تین چیزیں دیں: چھپی ہوئی خبر کا باقاعدہ، ایڈیٹر کی شخصیت اور رائے سازی کا تصور، اور حکام سے سوال پوچھنے کی ابتدائی روایت۔ ساتھ ہی اسی دور میں حکومت نے پریس قوانین بنا کر اخبارات پر پابندیوں کا سلسلہ بھی شروع کیا، چنانچہ آزادی اور پابندی کی کشمکش صحافت کی تاریخ کا مستقل موضوع بن گئی، جو آج تک کسی نہ کسی صورت جاری ہے۔

تحریکِ آزادی کا دور اور قومی صحافت

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر کی صحافت محض خبر رسانی سے آگے بڑھ کر قومی بیداری کا ہتھیار بن گئی۔ اردو صحافت نے اس دور میں خاصی ترقی کی؛ مولوی محمد باقر کا دہلی اردو اخبار، سر سید احمد خان کی علمی تحریریں، اور بعد میں مولانا ظفر علی خان کا زمیندار، مولانا محمد علی جوہر کا کامریڈ اور ہمدرد، مولانا ابوالکلام آزاد کا الہلال اور مولانا حسرت موہانی کا اردوئے معلیٰ جیسے اخبارات نے مسلمانوں اور ہندوستانیوں میں سیاسی شعور پھیلایا۔ یہ اخبارات ادب، شاعری اور پرجوش خطابت سے بھرے ہوتے تھے، ان کی زبان ادبی اور مقصد قومی ہوتا تھا۔ حکومت نے ورنر پریس ایکٹ اور دیگر قوانین سے انہیں دبانے کی کوشش کی، ضمانتیں ضبط ہوئیں اور ایڈیٹر جیل گئے، مگر اسی دباؤ نے صحافی کو شہید اور ہیرو کا درجہ دیا۔ اس دور کا موجودہ صحافت پر سب سے بڑا اثر یہی ہے کہ ہمارے ہاں صحافت کو آج بھی ایک مشن، نظریے کی جنگ اور حق کی آواز سمجھا جاتا ہے؛ کالم نگاری کی ادبی اور جذباتی روایت بھی اسی دور کی دین ہے۔

قیامِ پاکستان اور ابتدائی برس

1947ء میں پاکستان بننے کے ساتھ صحافت کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ ڈان، جنگ، نوائے وقت اور امروز جیسے اخبارات نئے ملک میں دوبارہ آباد ہوئے، مگر وسائل کی کمی، تربیت یافتہ عملے کی قلت اور کاغذ کی راشننگ جیسے مسائل درپیش تھے۔ اس دور کی صحافت کا مرکز قوم سازی تھا؛ اخبارات نے نظریہ پاکستان کی تشریح، مہاجرین کی آبادکاری اور ریاستی استحکام میں اہم کردار ادا کیا۔ حکومت کے ساتھ قریبی تعلق بھی اس دور کی خصوصیت ہے، کیونکہ ریاست خود کو کمزور سمجھ کر تنقید کو غیر محب وطن قرار دینے لگی۔ سرکاری خبر رساں ادارے اے پی پی اور ریڈیو پاکستان معلومات کے مرکزی ذرائع بنے۔ اخبارات کے نامور ایڈیٹر اپنی مضبوط شخصیت اور اداریوں کے ذریعے پالیسی پر اثر انداز ہوتے تھے۔ اس دور سے آج کی صحافت کو دو اثرات ملے: ایک یہ کہ خبر میں ریاستی نقطہ نظر کو غیر محسوس طور پر فوقیت حاصل رہی، اور دوسرا یہ کہ ایڈیٹر کی طاقت اور ادارے کی پالیسی کا تصور پاکستانی نیوز روم کی مستقل خصوصیت بن گیا، جو آج میڈیا مالکان کے دور میں اور بڑھ گیا ہے۔

آمریت کے ادوار، سنسر شپ اور مزاحمتی صحافت

پاکستان کی تاریخ کے بڑے حصے پر فوجی حکومتوں کا سایہ رہا اور ہر آمرانہ دور نے صحافت پر گہرے نقوش چھوڑے۔ ایوب خان کے دور میں پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس جیسے سخت قوانین آئے اور بعض اخبارات سرکاری تحویل میں لیے گئے۔ ضیاء الحق کے دور کو صحافت کے لیے سخت ترین سمجھا جاتا ہے؛ سنسر شپ ادارہ جاتی شکل اختیار کر گئی، صحافیوں کو کوڑے مارے گئے اور جیلیں کاٹنی پڑیں، مگر اسی دور میں مزاحمتی صحافت، علامتی زبان اور زیرِ زمین اشاعتوں کی روایت بھی پروان چڑھی۔ اس تجربے نے پاکستانی صحافی کو دباؤ برداشت کرنے اور اشاروں میں بات کہنے کا فن سکھایا، جس کی جھلک آج بھی سیاسی کالموں اور ٹی وی تجزیوں میں ملتی ہے۔ دوسری طرف حکومتی اشتہارات کو دباؤ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی روایت بھی انہی ادوار میں مضبوط ہوئی، اور یہ آلہ آج بھی میڈیا کی معاشی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔ ان ادوار کا مجموعی سبق یہ ہے کہ پابندیاں صحافت کو ختم تو نہیں کر سکتیں مگر اسے خوف، خود سنسری اور احتیاط کی عادت ضرور دے دیتی ہیں۔

نجی الیکٹرانک میڈیا اور ڈیجیٹل دور

اکیسویں صدی کے آغاز میں نجی ٹی وی چینلز کی اجازت نے پاکستانی صحافت کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ پہلے جہاں خبر کا مطلب صبح کا اخبار یا سرکاری ٹی وی کا نو بجے کا بلیٹن تھا، وہاں اب چوبیس گھنٹے کی نیوز چینل ثقافت آ گئی۔ ٹاک شوز نے سیاسی بحث کو عام آدمی کی دلچسپی بنا دیا، بریکنگ نیوز نے رفتار کو اولین قدر قرار دیا، اور صحافت اردو کے ساتھ زیادہ عوامی اور گفتگو والی زبان اختیار کر گئی۔ اسی دوران پرنٹ میڈیا کی اہمیت نسبتاً کم ہوئی اور رپورٹر کے بجائے اینکر اور تجزیہ کار نمایاں شخصیات بن گئے۔ پھر موبائل فونز اور سوشل میڈیا نے ایک اور انقلاب برپا کیا؛ اب خبر چینل سے پہلے ٹوئٹر اور فیس بک پر پھیلتی ہے، شہری خود رپورٹر بن گیا ہے اور اخبارات آن لائن ایڈیشنز کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ ان تبدیلیوں کی مثبت جہتیں رسائی، تنوع اور فوری احتساب ہیں جب کہ منفی جہتوں میں سنسنی، غیر مصدقہ مواد، سیاسی پولرائزیشن اور صحافیوں کی معاشی غیر یقینی شامل ہیں۔ یوں موجودہ صحافت اپنے تمام تاریخی ورثوں کو ایک ساتھ لیے ہوئے ہے: مشن کا جذبہ بھی، ایڈیٹر اور مالک کی طاقت بھی، مزاحمت کا تجربہ بھی اور مارکیٹ کی دوڑ بھی۔

نتیجہ

تنقیدی جائزے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ برصغیر اور پاکستان کی صحافت کی شکل کسی ایک دور کی پیداوار نہیں بلکہ تمام ادوار کی تہہ در تہہ جھلک ہے۔ تحریک آزادی نے اسے نظریاتی اور ادبی رنگ دیا، قیامِ پاکستان نے اسے قوم سازی اور ریاست سے قربت سکھائی، آمریتوں نے اسے دباؤ، سنسر شپ اور مزاحمت کا تجربہ دیا، اور نجی و ڈیجیٹل میڈیا نے اسے رفتار، مقابلہ اور تجارتی دباؤ عطا کیا۔ آج کا صحافی ان تمام ورثوں کے بیچ کھڑا ہے؛ اس کی کامیابی اسی میں ہے کہ وہ تاریخ سے ملنے والی جرأت اور سچ گوئی کی روایت کو جدید دور کی پیشہ ورانہ تصدیق اور اخلاقیات کے ساتھ جوڑے۔ تاریخ کا اصل سبق یہی ہے کہ صحافت جب بھی اپنے عوامی مشن سے جڑی رہی، اس نے طاقت کے سامنے سر نہیں جھکایا، اور جب وہ درباری یا تجارتی بنی تو عوام کا اعتماد کھو بیٹھی۔

سوال نمبر 3: خبر کے عناصر اور نیوز ویلیوز — ایک واقعہ، مختلف پیشکش (20 نمبر)

خبر کے عناصر اور نیوز ویلیوز کی روشنی میں تجزیہ کریں کہ ایک ہی واقعہ مختلف میڈیا اداروں میں مختلف انداز میں کیوں پیش کیا جاتا ہے؟ (20)

مقدمہ

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک ہی واقعے کو مختلف اخبارات مختلف سرخیوں سے شائع کرتے ہیں، مختلف چینلز اسے مختلف اہمیت دیتے ہیں اور سوشل میڈیا پر اس کی بالکل الگ تصویر بنتی ہے۔ کسی ادارے کے لیے جو خبر صفحہ اول کی لیڈ ہوتی ہے، وہی دوسرے کے لیے اندر کے صفحے کی چند سطر بن جاتی ہے۔ یہ فرق اتفاق نہیں ہوتا بلکہ خبر کے عناصر، نیوز ویلیوز، ادارے کی پالیسی، قارئین کے مزاج اور مارکیٹ کے تقاضوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس جواب میں پہلے خبر کے عناصر اور نیوز ویلیوز کی وضاحت کی جائے گی، پھر جدول کی مدد سے ان کا خلاصہ پیش کیا جائے گا، اور آخر میں ان وجوہات کا تجزیہ کیا جائے گا جن کی بنا پر ایک ہی واقعے کی پیشکش ہر میڈیا ادارے میں مختلف ہو جاتی ہے۔

خبر کے عناصر

خبر کی تعریف ہی اس کے عناصر کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک مکمل خبر میں چھ بنیادی سوالات کے جوابات شامل ہوتے ہیں جنہیں انگریزی میں فائیو ڈبلیو اور ون ایچ کہا جاتا ہے: کیا ہوا، کب ہوا، کہاں ہوا، کس کے ساتھ یا کس نے کیا، کیوں ہوا اور کیسے ہوا۔ ان میں سے کسی عنصر کی کمی خبر کو ادھورا کر دیتی ہے۔ اس کے علاوہ خبر کے داخلی عناصر میں سچائی اور درستگی، تازگی، وضاحت، توازن اور دلچسپی شامل ہیں۔ سچائی خبر کی روح ہے؛ غلط نمبر، غلط نام یا غلط تناظر پوری خبر کو مشکوک بنا دیتا ہے۔ تازگی سے مراد ہے کہ واقعہ نیا ہو یا اس میں کوئی نئی پیش رفت ہو۔ وضاحت کا مطلب یہ ہے کہ عام قاری خبر کو بغیر رکاوٹ سمجھ سکے۔ توازن کا تقاضا ہے کہ متعلقہ فریقوں کا موقف شامل کیا جائے، خاص طور پر الزام والی خبروں میں۔ دلچسپی وہ خوبی ہے جو قاری کو خبر پڑھنے یا دیکھنے پر مائل کرتی ہے۔ رپورٹر جب واقعے کو دیکھتا ہے تو انہی عناصر کے ترازو میں اسے تولتا ہے، اور یہی ترازو بعد میں پیشکش کے فرق کی بنیاد بنتا ہے۔

نیوز ویلیوز (خبری اقدار)

نیوز ویلیوز سے مراد وہ معیارات ہیں جن کی بنیاد پر فیصلہ ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ خبر ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو اسے کتنی جگہ اور کتنی اہمیت ملے گی۔ یہ اقدار صحافی کی پیشہ ورانہ تربیت اور ادارے کی روایت سے بنتی ہیں اور دنیا بھر میں کم و بیش مشترک ہیں، البتہ ان کی ترتیب اور زور مقامی ثقافت کے مطابق بدل سکتا ہے۔ ذیل کی جدول میں اہم نیوز ویلیوز اور ان کی عملی صورت کا خلاصہ دیا گیا ہے:

جدول 1: اہم نیوز ویلیوز اور ان کی عملی مثال

نیوز ویلیو	مفہوم	عملی مثال
بروقتی اور تازگی	واقعہ نیا ہو یا اس میں تازہ پیش رفت ہو	عدالت کا تازہ فیصلہ فوری خبر بنتا ہے
قربت (نزدیکی)	واقعہ قاری کے علاقے یا زندگی سے قریب ہو	مقامی شہر کے بجٹ کی خبر مقامی اخبار میں بڑی ہوتی ہے
اہمیت اور اثرات	واقعے سے متاثر ہونے والوں کی تعداد اور شدت	بجلی کی قیمت میں اضافہ کروڑوں صارفین کی خبر ہے
نمایاں شخصیت	معروف افراد کی شمولیت خبر کی قدر بڑھا دیتی ہے	وزیر یا مشہور کھلاڑی کا بیان سرخی بنتا ہے
تصادم اور تنازع	اختلاف، احتجاج یا مقابلہ دلچسپی پیدا کرتا ہے	اسمبلی میں ہنگامہ اور استعفوں کی خبریں
انسانی دلچسپی	جذبات، عجیب و غریب یا سبق آموز پہلو	سیلاب میں بچے کو بچانے والے نوجوان کی کہانی
نوید اور انوکھا پن	غیر معمولی اور پہلی بار ہونے والا واقعہ	کسی نایاب دریافت یا ریکارڈ کی خبر
تسلسل	جاری موضوع کی نئی کڑی بھی خبر بنتی ہے	مقدمے کی ہر سماعت کی رپورٹنگ

ان اقدار سے واضح ہوتا ہے کہ خبر محض واقعہ نہیں ہوتی بلکہ واقعے کی وہ صورت ہوتی ہے جو ان معیارات پر پوری اترے۔ دو ادارے جب ایک ہی واقعے کو تولتے ہیں تو کسی کے ترازو میں قربت بھاری ہوتی ہے، کسی میں تصادم، کسی میں نمایاں شخصیت؛ یہی پیمانوں کا فرق پیشکش کے فرق کی پہلی اور بنیادی وجہ ہے۔

پیشکش میں فرق کی وجوہات: ادارتی پالیسی اور قارئین

ایک ہی واقعے کی مختلف پیشکش کی سب سے بڑی وجہ اداروں کی ادارتی پالیسی اور نظریاتی رجحان ہے۔ ہر اخبار اور چینل کے مالکان اور ایڈیٹرز کی ایک لائن ہوتی ہے؛ سیاسی واقعات میں یہ فرق سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے، جہاں ایک ادارہ ایک فریق کی کامیابی نمایاں کرتا ہے اور دوسرا اس کے نقص کو۔ سرخی کا انتخاب، تصویر کا زاویہ اور کون سا بیان پہلے آئے گا، یہ سب اسی پالیسی سے طے ہوتا ہے۔ دوسری وجہ قارئین اور ناظرین کا فرق ہے۔ کاروباری قارئین کے اخبار میں معیشت کی خبر لیڈ ہو گی جب کہ عوامی اخبار میں وہی خبر مختصر ہو گی۔ علاقائی اخبار مقامی زاویے کو بڑا کرے گا اور قومی اخبار قومی اثرات کو۔ تیسرا سبب پیشہ ورانہ انتخاب یعنی گیٹ کیپنگ ہے؛ نیوز روم میں ڈیسک ایڈیٹر دن بھر آنے والی سینکڑوں خبروں میں سے چند کو منتخب کرتا ہے اور اس انتخاب میں وقت، جگہ اور صفحے یا بلیٹن کی لمبائی جیسی عملی مجبوریاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ چوتھی وجہ وسائل کا فرق ہے؛ جس ادارے کا اپنا نمائندہ موقع پر موجود ہو وہ تفصیل اور تصدیق کے ساتھ خبر دے گا، جو ایجنسی یا سوشل میڈیا پر انحصار کرے گا وہ مختصر یا مختلف رنگ کی خبر دے گا۔

پیشکش میں فرق کی وجوہات: فریمنگ، مارکیٹ اور ٹیکنالوجی

میڈیا مطالعات میں فریمنگ کا تصور اس فرق کو اچھی طرح سمجھاتا ہے۔ فریمنگ سے مراد ہے کہ واقعے کے کس پہلو کو مرکز میں رکھا جائے؛ مثال کے طور پر مہنگائی کے خلاف احتجاج کو ایک ادارہ عوامی تکلیف کے فریم میں پیش کرے گا، دوسرا امن و امان کے مسئلے کے فریم میں، اور تیسرا حکومت کی معاشی پالیسی کی وضاحت کے ساتھ۔ واقعہ ایک ہے مگر فریم بدلنے سے قاری کے ذہن میں بننے والی تصویر اور رائے بدل جاتی ہے۔ مارکیٹ کا دباؤ بھی بڑا سبب ہے؛ ریٹنگ اور فروخت کے لیے بعض ادارے تصادم، سنسنی اور جذباتی زاویوں کو بڑھا دیتے ہیں، چنانچہ خبر تفریح سے قریب ہو جاتی ہے۔ ٹیکنالوجی نے مزید رُخ دیے ہیں؛ ٹی وی کے پاس تصویر اور لائیو منظر کی قوت ہے، اخبار کے پاس

گہرائی اور تجزیے کی جگہ ہے، جب کہ سوشل میڈیا رفتار اور مختصر ویڈیو پر چلتا ہے۔ پھر الگورتھم ہر صارف کو اس کی دلچسپی کے مطابق الگ خبریں دکھاتا ہے، یعنی اب فرق صرف اداروں کے درمیان نہیں بلکہ ایک ہی ادارے کے دو صارفین کے درمیان بھی پیدا ہو گیا ہے۔ یہ تمام عوامل مل کر ثابت کرتے ہیں کہ خبر کی پیشکش ہمیشہ ایک انتخابی عمل ہے، واقعے کی عکس بندی نہیں۔

تنقیدی جائزہ اور قاری کی ذمہ داری

اس صورت حال کا تنقیدی پہلو یہ ہے کہ انتخاب بذات خود جُرم نہیں، کیونکہ لامحدود واقعات میں سے انتخاب کے بغیر صحافت ممکن ہی نہیں، لیکن انتخاب جب حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے، ایک فریق کا موقف چھپانے یا سرخی اور متن میں تضاد پیدا کرنے لگے تو وہ جانبداری اور بددیانتی بن جاتا ہے۔ اسی لیے پیشہ ورانہ اخلاقیات تقاضا کرتی ہیں کہ زاویہ چاہے جو بھی ہو، اعداد و شمار درست ہوں، متعلقہ فریق کا موقف موجود ہو اور خبر اور رائے الگ الگ شناخت رکھتی ہوں۔ قاری کی بھی ایک ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایک ہی واقعے کو کم از کم دو مختلف ذرائع سے پڑھے یا دیکھے، سرخی کے بجائے پوری خبر پڑھے اور اشتہاری و پروپیگنڈا مواد کی پہچان رکھے۔ یوں باشعور قاری فریمنگ کے اثرات کو کم کر سکتا ہے اور میڈیا اداروں پر دباؤ بھی بنتا ہے کہ وہ توازن برقرار رکھیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہی واقعے کی مختلف پیشکش خبر کے عناصر کی فطری درجہ بندی، نیوز ویلیوز کی مختلف ترتیب، ادارتی پالیسی، قارئین کے مزاج، وسائل، فریمنگ، مارکیٹ اور ٹیکنالوجی کے مجموعی اثر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ فرق بعض اوقات صحت مند تنوع ہوتا ہے جو قاری کو واقعے کے مختلف پہلو دکھاتا ہے، اور بعض اوقات خطرناک جانبداری بن جاتا ہے۔ اصل معیار یہی ہے کہ پیشکش میں فرق زاویے کا ہو، حقائق کا نہ ہو۔ جس دن پاکستانی میڈیا میں حقائق کی درستگی اور توازن کو ریٹنگ اور پالیسی پر مقدم کر لیا جائے، اس دن ایک ہی واقعے کی مختلف پیشکشیں قاری کے لیے الجھن کے بجائے فہم کا ذریعہ بن جائیں گی۔

سوال نمبر 4: اچھے رپورٹر کی خصوصیات وذمہ داریاں—جدید دور کی تبدیلیاں (20 نمبر)

ایک اچھے رپورٹر کی خصوصیات اور ذمہ داریوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے وضاحت کریں کہ جدید دور میں رپورٹنگ کے تقاضوں میں کیا تبدیلیاں آئی ہیں؟(20)

مقدمہ

رپورٹر کسی بھی خبر رساں ادارے کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے۔ ایڈیٹر میز پر بیٹھ کر خبر کی صورت گری کرتا ہے مگر خبر کی خام صورت، ثبوت، بیانات اور منظر نگاری رپورٹر ہی میدان سے لاتا ہے۔ اگر رپورٹر کا مشاہدہ کمزور، اس کے ذرائع مشکوک یا اس کی تحریر غیر متوازن ہو تو پورے ادارے کی ساکھ خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اسی لیے رپورٹر کی خصوصیات اور ذمہ داریوں پر بحث صحافت کی تعلیم کا بنیادی موضوع ہے۔ اس جواب میں پہلے اچھے رپورٹر کی کلاسیکی خصوصیات اور ذمہ داریاں بیان کی جائیں گی، پھر ڈیجیٹل اور چوبیس گھنٹے کی نیوز ثقافت نے رپورٹنگ کے تقاضوں میں جو تبدیلیاں پیدا کی ہیں ان کا تنقیدی جائزہ لیا جائے گا، اور آخر میں یہ دیکھا جائے گا کہ پرانی قدریں اور نئی مہارتیں کیسے مل کر آج کا کامیاب رپورٹر بناتی ہیں۔

اچھے رپورٹر کی بنیادی خصوصیات

اچھے رپورٹر کی پہلی خصوصیت خبر کی پہچان یعنی نیوز سینس ہے؛ وہ عام منظر میں سے بھی خبر تلاش کر لیتا ہے اور جانتا ہے کہ قاری کے لیے کیا اہم ہے۔ دوسری خصوصیت تجسس اور جستجو ہے؛ وہ سطحی بیان پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ کیوں اور کیسے کے سوال پوچھتا رہتا ہے۔ تیسری خصوصیت سچائی اور غیر جانبداری ہے؛ وہ اپنے ذاتی خیالات، پسند ناپسند اور دباؤ کو خبر سے الگ رکھتا ہے۔ چوتھی خصوصیت درست مشاہدہ اور یادداشت ہے، کیونکہ میدان میں ہر لمحہ نوٹ لینا ممکن نہیں ہوتا۔ پانچویں خصوصیت زبان پر عبور اور تیز رفتاری ہے؛ وہ دباؤ میں بھی صاف، سادہ اور درست زبان میں مقررہ وقت کے اندر خبر لکھ سکے۔ چھٹی خصوصیت رابطے اور ذرائع بنانے کی صلاحیت ہے؛ اچھا رپورٹر دفاتر، تھانوں، اسپتالوں اور عوام میں ایسے ذرائع رکھتا ہے جو اسے بروقت اطلاع دیں۔ ساتویں خصوصیت ہمت، صبر اور بردباری ہے؛ احتجاج، حادثے اور آفت کے موقع پر جذبات سے بچتے

ہوئے کام کرنا اسی کا کام ہے۔ آخری اور اہم خصوصیت اخلاقی دیانت ہے؛ رشوت، تحفے، دھمکی یا لالچ اس کے قلم کو متاثر نہ کرے۔ یہ خصوصیات کسی ایک دن میں نہیں بنتیں بلکہ پڑھنے، میدان کے تجربے اور خود احتسابی سے پروان چڑھتی ہیں۔

رپورٹر کی ذمہ داریاں

خصوصیات کے ساتھ رپورٹر پر بھاری ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔ پہلی ذمہ داری حقائق کی تصدیق ہے؛ وہ کوئی بھی اطلاع کم از کم دو قابل اعتماد ذرائع سے پرکھے، نام، عہدے اور اعداد و شمار کی جانچ کرے اور افواہ کو خبر بنا کر پیش نہ کرے۔ دوسری ذمہ داری توازن ہے؛ جس شخص یا ادارے پر الزام لگے، اس کا موقف لینا اور شامل کرنا رپورٹر کا فرض ہے، ورنہ خبر یک طرفہ پراپیگنڈا بن جاتی ہے۔ تیسری ذمہ داری متاثرین کا احترام ہے؛ حادثوں اور جرائم کی رپورٹنگ میں متاثرہ خاندان کی عزت نفس، بچوں اور خواتین کی شناخت اور نجی زندگی کی حدود کا خیال رکھے۔ چوتھی ذمہ داری قانون کی پاسداری ہے؛ توہین عدالت، ہتک عزت، قومی سلامتی اور زیر سماعت مقدمات کے اصولوں سے واقفیت اس کے لیے ضروری ہے۔ پانچویں ذمہ داری اپنے ذرائع کی حفاظت اور ان سے کیے گئے وعدوں کی پاسداری ہے۔ چھٹی ذمہ داری اپنے ادارے کے ضابطہ اخلاق کی پابندی اور مفادات کے تصادم سے بچنا ہے؛ جس موضوع میں اس کا ذاتی مفاد ہو، اس کی رپورٹنگ سے اجتناب کرے۔ ان ذمہ داریوں سے واضح ہوتا ہے کہ رپورٹر محض خبر لکھنے والا نہیں بلکہ عوام اور ادارے دونوں کے سامنے جوابدہ ایک پیشہ ور ہے۔

جدید دور میں رپورٹنگ کے بدلتے تقاضے

جدید دور نے رپورٹنگ کے تقاضوں میں بنیادی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ سب سے بڑی تبدیلی رفتار ہے؛ اب خبر دن میں نہیں گھنٹوں اور منٹوں میں پرانی ہو جاتی ہے، اور رپورٹر کو لائیو اپڈیٹس، سوشل میڈیا پوسٹ اور ویب خبر ایک ساتھ دینی پڑتی ہے۔ دوسری تبدیلی ملٹی میڈیا مہارت ہے؛ آج کے رپورٹر سے توقع ہے کہ وہ لکھنے کے ساتھ موبائل سے ویڈیو بنائے، تصویر کھینچے، آڈیو ریکارڈ کرے اور موقع سے براہ راست نشریات بھی کرے، یعنی وہ اکیلا ایک مکمل یونٹ بن گیا ہے۔ تیسری تبدیلی ڈیٹا اور ٹیکنالوجی کی واقفیت ہے؛ سرکاری اعداد و شمار، آن لائن دستاویزات اور سوشل میڈیا کی تصدیقی تکنیکوں کے بغیر تحقیقاتی رپورٹنگ ممکن نہیں رہی۔ چوتھی تبدیلی سامعین سے براہ راست تعلق ہے؛ قاری

اب خبر پر فوری ردعمل دیتا ہے، سوال کرتا ہے اور غلطی کی نشاندہی کرتا ہے، جس سے رپورٹر کی جوابدہی بڑھ گئی ہے۔ پانچویں تبدیلی تحفظ کے تقاضے ہیں؛ سیاسی کشیدگی، عسکری خطرات اور آن لائن ہراسانی کے دور میں رپورٹر کو جسمانی اور ڈیجیٹل دونوں طرح کی حفاظت سیکھنی پڑتی ہے۔ چھٹی تبدیلی معاشی دباؤ کی ہے؛ کم عملے کے ساتھ زیادہ مواد تیار کرنا آج کی مجبوری بن گئی ہے، جس سے گہرائی اور تصدیق دونوں متاثر ہوتے ہیں۔

تنقیدی جائزہ: رفتار بمقابلہ درستگی

ان تبدیلیوں کا تنقیدی جائزہ لینے سے ایک مرکزی کشمکش سامنے آتی ہے: رفتار اور درستگی کا مقابلہ۔ سوشل میڈیا پر سب سے پہلے پھیلنے والی خبر اکثر غیر مصدقہ نکلتی ہے اور بعد کی تصحیح اصل خبر جتنی دور نہیں پہنچتی۔ اسی دباؤ میں بعض رپورٹرز تصدیق چھوڑ کر شہریوں کی پوسٹ کی خبر بنا دیتے ہیں، جس سے جعلی خبریں مرکزی میڈیا میں داخل ہو جاتی ہیں۔ دوسری طرف نئی ٹیکنالوجی نے رپورٹر کو مضبوط بھی کیا ہے؛ سیٹلائٹ تصاویر، عوامی ڈیٹا اور ویڈیو تصدیق کے ذریعے آج کا رپورٹر دعووں کو پرکھنے کی ایسی صلاحیت رکھتا ہے جو ماضی میں ممکن نہ تھی۔ تنقید کا دوسرا پہلو تربیت کی کمی ہے؛ یونیورسٹیاں اور ادارے اب بھی کئی جگہ صرف تحریر سکھاتے ہیں جب کہ میدان ملٹی میڈیا، ڈیٹا اور ڈیجیٹل تحفظ مانگتا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ ادارے نئے تقاضے تو بڑھا رہے ہیں مگر تنخواہ، عملہ اور تحفظ اسی نسبت سے نہیں بڑھا رہے، چنانچہ پیشہ ورانہ معیار دباؤ کا شکار ہے۔ حل یہی ہے کہ رفتار کو قدر ماننے کے ساتھ تصدیق کو غیر قابل مصالحت اصول بنایا جائے اور رپورٹرز کی مسلسل تربیت اداروں کی پالیسی کا حصہ ہو۔

نتیجہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اچھے رپورٹر کی کلاسیکی خصوصیات — سچائی، غیر جانبداری، تجسس، نیوز سینس، زبان پر عبور اور دیانت — آج بھی اس پیشے کی بنیاد ہیں، اور اس کی ذمہ داریاں یعنی تصدیق، توازن، قانون و اخلاق کی پاسداری بھی وہی ہیں۔ البتہ جدید دور نے تقاضوں میں رفتار، ملٹی میڈیا مہارت، ڈیٹا خواندگی، ڈیجیٹل تصدیق اور تحفظ جیسے نئے عناصر شامل کر دیے ہیں۔ کامیاب رپورٹر آج وہی ہے جو پرانی اخلاقی بنیادوں کو چھوڑے بغیر نئی مہارتیں سیکھے۔ اگر ادارے تربیت، مناسب معاوضہ اور تحفظ فراہم کریں اور رپورٹر اپنی کلاسیکی قدروں پر قائم رہے تو رپورٹنگ کا معیار ڈیجیٹل دور کی تیز رفتاری کے باوجود بھی بلند رکھا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر 5: خبر کے ذرائع اور رپورٹنگ کا طریقہ کار — غیر مصدقہ و جانبدار معلومات کے اثرات (20 نمبر)

خبر کے ذرائع اور رپورٹنگ کے طریقہ کار کا تجزیہ کریں اور بیان کریں کہ غیر مصدقہ یا جانبدار معلومات صحافت کی ساکھ کو کس طرح متاثر کرتی ہیں؟(20)

مقدمہ

ہر خبر کے پیچھے ایک ذریعہ ہوتا ہے اور ہر خبر کسی نہ کسی طریقہ کار سے گزر کر قارئین تک پہنچتی ہے۔ اگر ذریعہ قابل اعتماد ہو اور طریقہ کار درست ہو تو خبر بھروسے کے قابل بنتی ہے، اور اگر ذریعہ مشکوک ہو یا رپورٹنگ جلد بازی اور جانبداری کا شکار ہو تو وہی خبر ادارے کی ساکھ کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ صحافت میں کہا جاتا ہے کہ خبر اتنی ہی اچھی ہوتی ہے جتنا اچھا اس کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس جواب میں پہلے خبر کے اہم ذرائع کا تعارف اور رپورٹنگ کے باقاعدہ طریقہ کار کی وضاحت کی جائے گی، پھر غیر مصدقہ اور جانبدار معلومات کی صورتوں اور ان کے پیچھے کارفرما وجوہات کا تجزیہ کیا جائے گا، اور آخر میں یہ بتایا جائے گا کہ یہ رجحان صحافت کی ساکھ، عوامی اعتماد اور سماجی ماحول پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے۔

خبر کے ذرائع

خبر کے ذرائع کو کئی درجوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے براہ راست یا بنیادی ذرائع آتے ہیں، یعنی عینی شاہدین، واقعے کے فریق، سرکاری دستاویزات، عدالتی ریکارڈ، پریس کانفرنسیں اور ترجمانوں کے بیانات۔ ان کی قدر سب سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ معلومات پہلی دست سے ملتی ہیں۔ دوسرے درجے میں خبر رساں ایجنسیاں آتی ہیں، جیسے ملکی اور بین الاقوامی ایجنسیاں، جن سے اخبارات اور چینلز تار سروس کی صورت خبریں لیتے ہیں۔ تیسرے درجے میں رپورٹر کے ذاتی ذرائع یعنی کنٹیکٹس آتے ہیں جو دفاتر، پولیس، اسپتال، سیاسی جماعتوں اور کاروباری حلقوں میں ہوتے ہیں اور کئی اہم خبریں انہی کی بدولت ملتی ہیں۔ چوتھا ذریعہ دوسرے میڈیا اور سوشل میڈیا ہے، جو اشارے کا کام تو دیتا ہے مگر اسے خود سے خبر نہیں مانا جا سکتا۔ ذرائع کے ساتھ ایک اہم اصطلاح آن ریکارڈ، آف ریکارڈ اور پس منظر کی ہے؛ اچھا رپورٹر ہر اطلاع کے درجے کو سمجھتا ہے اور نام

ظاہر نہ کرنے کی شرط کا احترام کرتا ہے۔ ذریعہ جتنا قریب اور دستاویزی ہو گا، خبر اتنی ہی مضبوط ہو گی، اور ذریعہ جتنا مبہم اور مفاد پرست ہو گا، خبر اتنی ہی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

رپورٹنگ کا طریقہ کار

پیشہ ورانہ رپورٹنگ ایک مرحلہ وار عمل ہے۔ پہلا مرحلہ اطلاع یا اسائنمنٹ کا حصول ہے، جو واقعے، ذریعے یا عوامی شکایت سے ملتا ہے۔ دوسرا مرحلہ تصدیق ہے جس میں رپورٹر موقع پر پہنچ کر، دستاویزات دیکھ کر اور کم از کم دو آزاد ذرائع سے پوچھ کر حقائق پرکھتا ہے۔ تیسرا مرحلہ متعلقہ فریقوں کا موقف لینا ہے، خاص طور پر جس پر الزام ہو۔ چوتھا مرحلہ تحریر ہے جس میں چھ بنیادی سوالات کے جوابات منظم انداز میں لکھے جاتے ہیں اور خبر ورائٹی کو الگ رکھا جاتا ہے۔ پانچواں مرحلہ ادارت کا ہے جہاں سب ایڈیٹر زبان، اعداد، قانونی خطرات اور پالیسی کی جانچ کرتا ہے۔ چھٹا مرحلہ اشاعت کے بعد کی ذمہ داری ہے، یعنی غلطی ثابت ہونے پر تصحیح اور معذرت شائع کرنا۔ اس طریقہ کار میں ہر مرحلہ ایک چھانی کا کام کرتا ہے تاکہ غلطی رک جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج کی تیز رفتار ڈیجیٹل اشاعت میں اکثر ادارے تصدیق اور ادارت کے مراحل کو مختصر کر دیتے ہیں، اور یہی مختصر راستہ غیر مصدقہ معلومات کے داخلے کا دروازہ بن جاتا ہے۔

غیر مصدقہ اور جانبدار معلومات کی صورتیں اور وجوہات

غیر مصدقہ معلومات کئی صورتوں میں سامنے آتی ہیں: پرانی تصویر یا ویڈیو کو نئے واقعے سے جوڑنا، کسی بیان کو سیاق سے کاٹ کر پیش کرنا، واٹس ایپ اور سوشل میڈیا کے پیغامات کو خبر بنانا، اور غیر مستند ویب سائٹس کے دعوے دہرانا۔ جانبدار معلومات کی صورتیں مختلف ہیں؛ اس میں حقائق درست ہو سکتے ہیں مگر انتخاب یک طرفہ ہوتا ہے، مخالف موقف غائب ہوتا ہے، سرخی متن سے زیادہ سخت ہوتی ہے اور الفاظ میں پوشیدہ رائے شامل ہوتی ہے۔ ان دونوں خامیوں کی وجوہات بھی سمجھنا ضروری ہے۔ پہلی وجہ رفتار کی دوڑ اور سبقت کی خواہش ہے۔ دوسری وجہ سیاسی اور تجارتی دباؤ ہے، جہاں ادارے اپنے مفاد کی خبر کو ترجیح دیتے اور مخالف خبر کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ تیسری وجہ تربیت اور نیوز روم کے وسائل کی کمی ہے۔ چوتھی وجہ سوشل میڈیا کا ماحول ہے جہاں ہر صحافی بھی زیادہ فالوورز اور شیئرز کے دباؤ میں آ جاتا ہے۔ پانچویں وجہ ذرائع کا ذاتی

مفاد ہے؛ بعض ذرائع اپنی لڑائی میڈیا کے ذریعے لڑتے ہیں اور رپورٹر کو آلہ بنا لیتے ہیں۔ ان وجوہات کا تجزیہ بتاتا ہے کہ مسئلہ صرف انفرادی غلطی کا نہیں، نظام اور ماحول کا بھی ہے۔

ساکھ پر اثرات

غیر مصدقہ اور جانبدار معلومات کا سب سے بڑا نقصان صحافت کی ساکھ پر پہنچتا ہے اور ساکھ ہی اس پیشے کا اصل سرمایہ ہے۔ جب قارئین کو بار بار غلط خبریں ملتی ہیں تو ان کا اعتماد صرف اس ادارے پر نہیں بلکہ پورے میڈیا پر سے اٹھ جاتا ہے، اور وہ خبروں کو تدریجی پروپیگنڈا سمجھنے لگتے ہیں۔ اعتماد ختم ہونے کے سماجی نتائج بھی سنگین ہیں؛ افواہوں پر فسادات، فرقہ ورانہ کشیدگی، بازاروں میں ہڑبڑاہٹ اور صحت کے معاملات میں نقصان دہ رویے جنم لے سکتے ہیں، کیونکہ جھوٹی خبر سچی تصحیح سے ہمیشہ تیز دوڑتی ہے۔ جانبدار رپورٹنگ کا نقصان یہ ہے کہ عوام گروہوں میں بٹ جاتے ہیں، ہر گروہ صرف اپنے پسندیدہ چینل یا اخبار کو سچا مانتا ہے اور قومی اتفاق رائے بنانا مشکل ہو جاتا ہے۔ معاشی سطح پر بھی نقصان ہوتا ہے؛ ساکھ کھونے والے ادارے قارئین، ناظرین اور اشتہارات کھو دیتے ہیں۔ قانونی سطح پر غلط خبر ہتک عزت اور توہین کے مقدمات کا سبب بنتی ہے۔ یوں مختصر مدتی ریٹنگ یا چند کلکس کی خاطر کی گئی لاپروائی طویل مدت میں رپورٹر، ادارے اور پوری صحافت کو کمزور کر دیتی ہے، اور اعتماد بنانے میں برسوں جب کہ گنوانے میں ایک خبر کافی ہوتی ہے۔

بہتری کی تجاویز

اس صورت حال کی بہتری کے لیے چند عملی اقدمات ناگزیر ہیں۔ اداروں کو باقاعدہ فیکٹ چیک ڈیسک قائم کرنے چاہئیں اور بریکنگ نیوز میں تصدیق کی کم از کم شرائط طے کرنی چاہئیں۔ نیوز روم میں غلطی پر تصحیح شائع کرنا شرم کے بجائے پیشہ ورانہ اصول بنایا جائے، کیونکہ شفاف تصحیح اعتماد بڑھاتی ہے۔ رپورٹرز کو ڈیجیٹل تصدیق، امیج سرچ اور دستاویزات کی جانچ کی تربیت دی جائے۔ سب ایڈیٹر کا کردار ڈیجیٹل اشاعت میں بھی بحال کیا جائے تاکہ آن لائن خبر بھی ادارت سے گزرے۔ صحافتی تنظیموں اور پریس کلبوں کو ضابطہ اخلاق پر عملدرآمد کے لیے مشترکہ نظام بنانا چاہیے۔ اس کے ساتھ میڈیا لٹریسی کو تعلیمی نصاب اور عوامی آگاہی کا حصہ بنایا جائے تاکہ قاری خود بھی غیر مصدقہ مواد کی

پہچان کر سکے۔ آخر میں صحافی خود یہ عہد کرے کہ ذریعے کے مفاد، ادارے کے دباؤ یا رفتار کی دوڑ میں سے کوئی چیز اسے تصدیق کے اصول سے نہ ہٹا سکے، کیونکہ ساکھ ایک مرتبہ بحال ہونا بہت مشکل کام ہے۔

نتیجہ

حاصل بحث یہ ہے کہ خبر کے ذرائع کی مضبوطی اور رپورٹنگ کے با قاعدہ طریقۂ کار پر عمل ہی صحافت کو ساکھ عطا کرتا ہے۔ غیر مصدقہ معلومات رفتار اور لاپروائی کی پیداوار ہے اور جانبدار معلومات دباؤ اور مفاد کی، مگر دونوں کا انجام ایک ہی ہے: عوامی اعتماد کا خاتمہ، سماجی انتشار اور اداروں کا زوال۔ پاکستانی صحافت کے مستقبل کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ادارے اور صحافی تصدیق، توازن اور شفاف تصحیح کو اپنی پہچان بنائیں۔ جس دن خبر کی قدر کی رفتار کے بجائے اس کی سچائی سے ناپی جانے لگے گی، اسی دن صحافت کی کھوئی ہوئی ساکھ واپس آنا شروع ہو جائے گی۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com